رپورٹنگ : جناب شفیق فاروقی

دارالعلوم حقانیہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی آمد اور خطاب

اکوڑہ خٹک میں حضرۃ سید احمد شہیدؒ کے جہاد اور شہداء کا خون دارالعلوم حقانیہ کی شکل میں رنگ لایا۔

۱۹ جولائی ۱۹۷۸ء کا دن دارالعلوم حقانیہ کیلئے خوشیوں کا دن تھا۔ بلکہ یہ سارا مہینہ مسرتوں کا موسم بہار تھا۔ ابھی چند روز پہلے ایشیائی سربراہی کانفرنس کے سلسلے میں آنے والے بھارت کے ایک محبوب و معزز مہمان شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے جانشین و فرزند مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ نے دارالعلوم کو اپنے قدوم سے نوازا تھا اور آج دارالعلوم میں عالم اسلام کے عظیم مفکر اور داعی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی آمد تھی، گو دارالعلوم میں تعطیلات شعبان کی وجہ سے طلبہ موجود نہیں تھے مگر جہاں جہاں بھی اطلاع پہنچی علماء، دانشور، اور دینی درد سے سرشار مسلمان اس شمع علم کی زیارت کے لئے پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔ ایک ایک منٹ انتظار میں گذر رہا تھا حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ علالت کے باوجود مشتاق دید بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ مولانا موصوف کی آمد کا ایک مقصد حضرت کی ملاقات بھی تھا۔ الحمد للہ کہ مولانا ندوی مدظلہٗ اور ان کے رفقاء کا قافلہ مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق کی رفاقت میں ظہر کے بعد دارالعلوم پہنچا۔ مولانا موصوف کے ساتھ کئی ممتاز علمی اور ادبی شخصیتیں بھی شریک سفر تھیں مولانا مدظلہٗ کے بھانجے مولانا محمد الحسینی مدیر البعث الاسلامی (عربی) مولانا معین اللہ صاحب ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا اسحاق جلیس صاحب مدیر تعمیر حیات لکھنؤ جناب احمد الحسینی سعودی قونصل خانہ لاہور بھی مولانا مدظلہ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے وقیع اور معروف علمی ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم اور موقر جریدہ معارف کے مدیر شہیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان صاحب بھی ساتھ تھے جو دارالمصنفین کے کسی سلسلہ میں اسلام آباد میں تشریف فرما تھے اور مولانا سمیع الحق صاحب سے اتفاقیہ ملاقات کے بعد مولانا نے انہیں بھی تشریف لانے کی دعوت

دی علم وفضل کے یہ اعیان مولانا ندوی مدظلہٗ کی قیادت میں دارالعلوم پہنچے سب سے پہلے حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ سے ملاقات کی، دونوں اکابر کی محبت وعقیدت اور خلوص کی ملاقات کا منظر دیدنی تھا۔ اس کے بعد الحق کے نئے دفتر میں معزز مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا نماز عصر کے بعد دارالعلوم کی جامع مسجد کے ہال میں جو اطراف و اکناف سے آئے ہوئے مشتاقین علم وفضل سے بھرا ہوا تھا، ایک مختصر تقریب کے آغاز میں مولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق نے عظیم اور محبوب مہمان کا خیر مقدم کرتے ہوئے استقبالیہ تقریر میں کہا کہ :

"میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے حضرت الاستاذ الداعیۃ الکبیر علامّہ ندوی مدظلہٗ کا خیر مقدم اور شکریہ ادا کروں صرف اتنا عرض ہے کہ آج دارالعلوم کی شکل میں علوم دینیہ کا جو سلسلہ اللہ تعالیٰ نے چلایا وہ حضرت ندوی کے مورث اعلیٰ سیدنا الامام احمد بن عرفان الشہید شاہ اسماعیل شہید اور ان اسلاف کے جہاد و قربانی کا ایک کرشمہ ہے اور انہی اسلاف کی برکات ہیں۔ حضرت سید شہید کا جو مقام دعوت وعزیمت تھا اس دعوت کو مولانا ندوی نے صرف عالم اسلام میں نہیں بلکہ یورپ میں اور اسلام دشمن ممالک کے آخری سروں تک پہنچایا، بیشک آپ ان کے اہل وارث ہیں۔ سید احمد شہیدؒ نے جس مقام سے اپنے جہاد کا آغاز کیا وہ یہی اکوڑہ خٹک تھا۔ اور صدیوں بعد اللہ کے دین کے لئے خالص اللہ کی رضا کیلئے برصغیر میں اگر خون شہادت گرا کسی مسلمان کا تو وہ سعادت اسی سرزمین اکوڑہ خٹک کو حاصل ہے۔ یہی وہ علاقہ ہے یہی وہ فضائیں ہیں جہاں آپ کے سید شہیدؒ نے سالہا سال ریاضتیں کیں ایک ایک بستی میں گشت کئے، ایک ایک حجرہ کو وعظ وتبلیغ سے منور کیا۔ یہاں انہوں نے حکومت الٰہیہ قائم کی اور آج تقریباً یہی وہ معرکے کا میدان ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کو قائم فرمایا ہے۔

بہر زمین کہ نسیمے ز زلف او زدہ ست ہنوز از سر آں بوئے زلف می آید

اور جسطرح دارالعلوم دیوبند کے مقام ومحل ۔۔۔ سے گزرتے ہوئے حضرت سید شہیدؒ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔ اسی طرح ان میدانوں اور صحراؤں میں سید شہیدؒ کی راتیں گذریں راتوں کی آہ وبکا، سوز وگداز کیا کیا راز ونیاز ہوگا جو ان میدانوں میں ان فضاؤں میں نہیں ہوا ہوگا اسی اکوڑہ خٹک کے معرکہ حق وباطل والی رات کو سید شہیدؒ نے لیلۃ الفرقان کہا تھا۔ کہ یہ رات حق وباطل کی تمیز کا ذریعہ ٹھہری۔

میں اپنے احباب سے اور ان معزز مہمانوں سے جو حضرت ندوی مدظلہٗ کا سن کر تشریف لائے اتنا عرض کروں گا کہ اس وقت عالم اسلام میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جو مساعی ہو رہی ہیں

اس میں حضرت مولانا ندوی کا نہایت وقیع، ممتاز اور وافر حصہ ہے۔ عالم عرب کو ان کا اصل مقام یاد دلانے میں ان پچیس تیس سالوں میں مولانا ندوی کا خاص حصہ ہے وہ محترم شخصیت ہم میں موجود ہیں جنہوں نے امریکہ کے وائٹ ہاؤس تک، وہاں کی عظیم یونیورسٹیوں میں وہاں ہی کے دانشوروں اور مستشرقین کو سکالروں کو عیسائیت کی مسخ شدہ تصویر دکھائی اور اسلام کی ابدی صداقتوں کو ان کے سامنے واضح کیا۔ بلاشبہ مولانا ندوی مدظلہٗ اس دور میں ایک مجددانہ کام کر رہے ہیں۔ اس صدی میں مغرب اور مغربیت اسلام اور عالم اسلام کیلئے ابتلاء عظیم کا باعث بنا تو مغرب کا جو اپریشن اور وہاں کے فلسفوں کا جو تحلیل و تجزیہ مولانا نے فرمایا اور جس جارحانہ انداز میں مغربیت کا تعاقب کیا اسکی مثال بہت کم ملے گی آج وہ نعمت خود چل کر ہمارے پاس آئی ہے۔ یہ دارالعلوم کی سعادت ہے اور دارالعلوم کا سب کچھ اکابر کی بزرگانہ توجہات کا مرہونِ منت ہے یہ ان حضرات اور اسلاف کا فیض ہے کہ آج اس وادیٔ غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ نے کچھ دین کا سلسلہ چلایا —— میں مولانا کے معزز رفقاء جو ہندوستان کے اہل علم و فضل ہیں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترم دوست مولانا محمد الحسنی مدیر البعث الاسلامی جنہیں اللہ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مولانا کا جانشین بنایا ہے اور ندوۃ جیسے عظیم ادارہ کے ناظم مولانا معین اللہ ندوی صاحب، اسی طرح وقیع مجلہ تعمیر حیات کے ایڈیٹر مولانا اسحاق جلیس کا بھی شکر گذار ہوں، ان خوشیوں میں ہندوستان کے ایک اور عظیم اور قدیم ادارہ دارالمصنفین جسے علامہ شبلی نے قائم کیا اور علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے پروان چڑھایا کے ناظم اور برصغیر کے قدیم مؤقر جریدہ معارف کے مدیر مولانا صباح الدین عبدالرحمان کی آمد نے اور بھی اضافہ کر دیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء اور دارالمصنفین کے اکابر یہاں جمع کر دیئے ہیں، ان حضرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو دین کی خدمت انجام دینے کی بیش از بیش توفیق دے۔"

اس کے بعد مولانا ندوی مدظلہٗ نے مختصر خطاب فرمایا اس لئے کہ ایک تو مولانا بے حد تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے پھر جلد ہی واپسی بھی تھی۔ تقریر کے بعد مولانا ندوی مدظلہٗ کے مبارک ہاتھوں دارالعلوم کے طلبہ کیلئے سید احمد شہید قدس سرہٗ کے نام نامی پر موسوم دارالاقامہ "سید احمد شہیدؒ" کا سنگ بنیاد رکھا گیا، یہ عمارت دارالحدیث کے مغربی جانب درسگاہوں کی چھت پر بنے گی، یہاں سے بالکل عقب میں وہ گھاٹی ہے جہاں سے سید شہیدؒ کے مجاہدین نے اکوڑہ خٹک کے میدان میں شبخون مارا تھا۔ سنگ بنیاد رکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن ندوی اور ان کے رفقاء کی مسرت قابلِ دید تھی۔ مولانا ندوی نے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد تضرع و الحاح سے اس عمارت کی تکمیل کیلئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم

کو دین کے داعیوں اور مجاہدین کا مرکز بنا دے ۔ اس کے بعد دارالعلوم کے مختلف شعبوں اور عمارتوں کا معائنہ فرمایا۔ کچھ دیر دارالعلوم کے دارالحدیث میں تشریف فرما رہے ، وہاں دارالعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند فرمائے نماز مغرب کے بعد دارالعلوم کے صحن میں گھنٹہ ڈیڑھ شائقین کے جھرمٹ میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ بیٹھے رہے رات ساڑھے آٹھ بجے اکوڑہ خٹک ریلوے اسٹیشن پر مولانا مدظلہ کو باچشم پرنم رخصت کیا گیا مولانا ندوی مدظلہ ان میدانوں اور فضاؤں پر بڑی والہانہ اور حسرتوں بھری نگاہیں ڈالتے رہے جہاں سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے برصغیر میں سب سے پہلے حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے اپنا خون پانی کی طرح بہایا۔ مولانا مدظلہ کے تحریری تاثرات یہ ہیں ،

رائے گرامی مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہ مہتمم ندوہ العلماء لکھنؤ

آج ۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کا دن میرے لئے بہت ہی مسرت اور سعادت کا دن ہے کہ میں اپنے عزیز رفقاء اور محترمی سید صباح الدین عبدالرحمان ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ و مدیر معارف کی معیت میں دارالعلوم اکوڑہ خٹک حاضر ہوا ، اس سرزمین سے جس میں یہ دارالعلوم واقع ہے ایک وسیع اور عزیز تاریخ اور بڑی یادگار روایات وابستہ ہیں ۔ یہ وہ سرزمین ہے جس پر مسلمانوں کی نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی ۔ اور اسی کے ساتھ احیائے اسلام اور مسلمانوں کا نشاۃ ثانیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا۔ دارالعلوم حقانیہ کا قیام ایک فال نیک ہے اور ان ہی شہیدوں اور مخلصوں کی جانفشانیوں کی برکت ہے ۔ میرے ذہن میں دارالعلوم کا جو نقشہ اور تصور تھا۔ میں نے اسکو اس سے کہیں بہت اور وسیع تر پایا۔ اسکو دیکھ کر امید پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملک کا مرکزی دارالعلوم اور عظیم جامعہ اسلامیہ ثابت ہوگا۔ خوش قسمتی سے اسکو حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرپرستی اور ان کی دعا اور توجہ حاصل ہے ۔ اسی کے ساتھ فاضل اساتذہ کی تدریسی خدمات اور طلبہ کی کثیر تعداد بھی یہاں موجود ہے ۔

اللہ تعالیٰ اسکو نظر بد سے بچائے اور ہر طرح کی آفات اور مکروہات سے حفاظت فرمائے ۔ اور یہ جلد منازل ترقی طے کر کے بام عروج پر پہنچے ۔

خاکسار

ابوالحسن علی ندوی

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ / ۱۹ر جولائی ۱۹۷۸ء

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کا خطاب

(خطبۂ مسنونہ کے بعد)

میرے بزرگو، دوستو اور عزیزو! ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک عشاء کی نماز کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف نہیں لائے، بہت دیر ہوگئی جو معمول تھا معمول کے مطابق آپ وارد نہیں ہوئے۔ مسلمان اس اشتیاق میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جن کی تعلیم سے اور جن کی برکت سے نماز سیکھی ہے ان کے پیچھے اس مسجد میں جو لاسس علی التقوٰی کا مصداق ہے عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جائیں اور آرام کریں۔ یہ لوگ وہ تھے جو دن بھر ہاتھوں پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہے تھے، بلکہ کھیتوں میں باغوں میں دوکانوں پر سارا دن محنت کرتے رہے تھے وہ گرمیوں کا زمانہ تھا یا جاڑوں کی رات تھی اگر گرمیوں کا زمانہ تھا تو مدینہ کی گرمی سب کو معلوم ہے، بہت سخت، ایسی جھلسا دینے والی، جلا دینے والی گرمی، اس میں سارا دن کام کرتے رہے اور اب آئے تھے کہ نماز پڑھ کر جاکر سو رہیں گے لیکن اللہ کا رسول حجرے سے باہر نہیں آیا تھا۔ لوگ کچھ اونگھنے لگے تھے، کچھ سونے لگے تھے سب پر نیند کا اور تھکان کا غلبہ تھا حضرت عمرؓ نے جو امت کے اتالیق تھے اور بڑے شفیق تھے۔ انہوں نے محسوس کیا اور آواز دی کہ یا رسول اللہ بچے اور عورتیں سونے لگے ہیں آپ باہر تشریف لائیے، لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ اس وقت روئے زمین پر نماز کے انتظار میں جاگنے والے تمہارے سوا اور کوئی نہیں، یعنی جاگنے والے تو بہت ہیں اور جمع ہونے والے بھی بہت ہیں تقریب کیلئے ملنے جلنے کے لئے وقت کاٹنے کے لئے لیکن تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

ہجرت کے شروع کا یہ قصہ ہے یا درمیان کا۔ تو اصل میں قیمت اور قدر نوعیت کی ہوتی ہے۔ قیمت مقصد کی ہے اور نوعیت کی ہے۔ تعداد کی اور اژدحام کی نہیں اسی طریقے سے ہندوستان میں جب سے اسلام آیا ہے لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا، فتوحات پر فتوحات ہوتی رہیں۔ اور اتفاق سے فاتح آپ کے اس علاقے سے داخل ہوتے رہے۔ درہ خیبر کے راستے سے یا بولان سے یہاں سے اسلامی فوجیں گذرتی رہیں، اللہ ان کو جزائے خیر دے ہم ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں کہ ان کی برکت سے ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا بلند ہوا۔ اسلام چاہے سندھ میں ملتان تک عربوں کے ذریعہ زیادہ پھیلا ہو لیکن بہر حال اسلام کی عظمت یہاں قائم ہوئی اور بہت سے ایسے لوگ جو تعبیر کی افادیت اور مادی فائدہ دیکھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے انہوں نے اسلام قبول کیا اور اس کے بعد ان کی اولادیں ہزاروں لاکھوں اولیاء اللہ اور علماء ربانی پیدا ہوئے ہم ان بادشاہوں کا اور فاتحین کا بھی احسان نہیں بھول سکتے اور ہم ان لوگوں میں سے ہونا چاہتے ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے کہ والذین جاءو من بعدھم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل

فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ان مہاجرین و انصار کے بعد جو لوگ آئیں گے وہ کہیں گے کہ یا اللہ ہماری مغفرت بھی فرما اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی جو الذین سبقونا بالایمان ۔ جو ایمان میں سبقت لے گئے ۔ دنیا سے ایمان کے ساتھ پہلے چلے گئے ۔ تو ہم محمود غزنوی اور ان سے پہلے اگر کوئی آیا ہو تو اس وقت سے لیکر احمد شاہ درانی تک جو اس راستہ سے آنے والوں میں سب سے آخر میں آنے والا تھا اور جس نے کہ مسلمانوں کے خلاف جو طاقتیں جمع ہو رہی تھیں ہندوستان میں اور جن کی قیادت مرہٹے کر رہے تھے اور ان طاقتوں کی کمر توڑ دی ۔ اور مغلیہ سلطنت نہیں بلکہ مسلمانوں کی عظمت و تہذیب کے محل ہوتے چراغ کو پھر تھوڑا سا تیل اور بتی مہیا کر دی ، اور ہندوستان کے مسلمان پھر پچاس ساٹھ برس کیلئے یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگے اور اسلام کی شوکت کا نقش قائم ہو گیا ہم ان سب کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں اور انشاءاللہ کرتے رہیں گے اور ہم کو یہ راستہ بھی عزیز ہے جس راستہ سے یہ فاتح اور کشور کشا آئے لیکن جیسا کہ ابھی مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا اور بجا فرمایا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خالص اللہ کی رضا کیلئے اور سنتوں کو زندہ کرنے کے لئے اور مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالنے کیلئے ۔ اور ادخلوا فی السلم کافۃ ۔ کا پیغام پیدا کرنے کے لئے عمل کرانے کے لئے حدود شرعیہ کو نافذ کرنے کے لئے قوانین شریعت کو رائج کرنے کے لئے جو پہلا خون ہندوستان میں صدیوں کے بعد ہی نہیں بلکہ عالم اسلام میں تھوڑے بہت مطالعہ کی بناء پر جس کا موقعہ مجھے مل سکا ہے یہ کہہ سکتا ہوں کہ عالم اسلام میں صدیوں بعد جو پہلا پاک خون ـــــ دم ذکی ـــــ جس میں کوئی ملاوٹ نہیں تھی وہ خون جس سرزمین میں پہلی بار بہا ہے وہ آپ کی سرزمین ہے ۔ یہ اکوڑہ خٹک کی زمین ہے ۔ جس کے متعلق مرزا مظہر جان جاناں کا شعر صحیح ہوگا ۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن ۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہاں بنا رکھی گئی اس جہاد خالصۃ لوجہ اللہ کی کہ جس کا رواج دنیا میں قریب قریب ختم ہو چکا تھا کسی بادشاہ کے متعلق کسی غازی کے متعلق کسی فاتح کے متعلق تاریخ نہیں لکھتا کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے اس نے اعلان نامہ بھیجا ہو کسی حریف کو جس کے خلاف اس نے غزا کرنا تھا ، جہاد کرنا تھا ۔ کہ تین چیزیں ہیں ، پہلی دعوت ہماری یہ ہے کہ تم اسلام قبول کر لو اگر تم اسلام قبول کر لوگے تو ہم یہ زمین تمہارے حوالے کر جائیں گے تم ہمارے بھائی ہو گے پھر ہمیں کوئی حق نہیں ہوگا کہ بستی مثلاً تمہاری جگہ بیٹھیں اس لئے کہ یہ آقاؤں کا تبادلہ نہیں یہ دین کا اور مسلک کا تبادلہ ہے ، یہ اللہ کے ساتھ عہد و پیمان کرنے ہو ۔ تو اول ہو تم زیادہ حقدار ہو اگر یہ تمہیں منظور نہیں تو تم جزیہ دینا منظور کر دیا جگذار ہمارے بن جاؤ ہم تمہاری حفاظت بھی کریں گے اور تمہیں اپنے حال پر باقی رکھیں گے اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ ۔ تین چیزیں تھیں اور یہ بات اتنی پرانی ہو گئی تھی کہ فتوح البلدان بلاذری

میں آتا ہے کہ جب سمرقند فتح ہُوا تو وہاں کے لوگوں کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ اصل ترتیب اسلام میں یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، پھر اس کے بعد جزیہ کی پیشکش کی جائے اگر وہ بھی منظور نہ ہو تو پھر قتال ہے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ سمرقند میں فوجیں داخل ہوگئیں بغیر دعوت اسلام دیئے، اور بغیر جزیئے کا مطالبہ کئے تو ان کو ایک عرصہ کے بعد ہوش آیا جب کہ مسلمان وہاں بس گئے تھے، وہاں گھر بنائے تھے۔ تو انہوں نے ایک وفد روانہ کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں جنہیں خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل کیا جائے وہ جنہیں خلیفہ خامس کہتے ہیں۔ ان کو معلوم ہُوا کہ وہ خلیفہ عادل ہیں اور شریعت پر پورا پورا عمل کرتے ہیں تو ایک وفد مرتب ہو کر ان کے پاس حاضر ہُوا اور ان سے شکایت کی کہ سمرقند بغیر اس سنت کے اور بغیر ایک حکم شرعی پر عمل کئے فتح ہوگیا ہے۔ انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ایک پرچہ لکھا وہاں کے قاضی کے نام کہ جس وقت تمہیں یہ پرچہ ملے تو اسی وقت عدالت کرو اور وہاں اس بات پر شہادت لو کہ جس وقت مسلمانوں کے قائد فوج کے قائد نے سمرقند فتح کیا، کیا اس وقت اس سنت پر عمل کیا گیا تھا یا نہیں۔ اگر ثابت ہو جائے اور کوئی شہادت اس امر پر نہ ہو کہ پہلے اسلام اور پھر جزیہ کی دعوت دی گئی تھی تو تمام مسلمان فوجیں اسی وقت سمرقند چھوڑ کر اس کی حدود سے باہر جا کر کھڑی ہو جائیں اس کے بعد اس سنت پر عمل کریں پہلے اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت دیں اگر منظور ہو تو فبہا نہ ہو تو پھر جزیہ کا کہیں اسے بھی نہ مانیں تب جہاد کریں قاضی صاحب کو پرچہ ملا انہوں نے عدالت طلب کی مدعا علیہ مسلمانوں کی فوج کے قائد ہیں اور دنیا کی تاریخ میں شاید اس واقعہ کی نظیر نہ ملے کہ ایک کمانڈر جس نے اپنی نوک شمشیر سے اتنا اہم علاقہ ترکستان کا دارالخلافہ فتح کیا تھا وہ مدعی علیہ اور ایک معمولی مسلمان کی حیثیت سے حاضر تھا اس مسجد میں اس سے پوچھا گیا اس نے اعتراف کیا کہ ہاں مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں یلغار میں اور اسلامی فتوحات کے تسلسل میں اس اہم شرعی حکم پر عمل نہیں کر سکا اور جب یہ معاملہ ثابت ہوگیا تو قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مسلمان اس شہر سے تخلیہ کریں۔ اسے خالی کریں مسلمانوں نے گھر بنائے تھے، کھیتیاں جوت لی تھیں، بہت سے لوگوں نے اسے اپنا شہر بنا لیا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر دامن جھاڑ کر چلے گئے باہر جا کر کھڑے ہو گئے جب وہاں کے بت پرستوں نے یا بدھ مذہب کے ماننے والوں نے مشرکوں نے یہ معاملہ دیکھا کہ شریعت کا اتنا احترام ہے ان کے دلوں میں اور عدل و انصاف کا اتنا لحاظ ہے کہ وہ اپنے قائد قوات، یہ کمانڈر انچیف پر بھی اسے نافذ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اب لڑائی کی ضرورت نہیں ہم خود مسلمان ہوتے ہیں۔ چنانچہ سمرقند سارے کا سارا مسلمان ہوگیا اس واقعہ کے ذریعہ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس وقت بھی جہاد کی اس سنت پر عمل کسی طرح چھوٹ جانا تھا۔ اور اس کے بعد تو معلوم نہیں تاریخ کا تعین تو مشکل ہے مگر اس کے بعد مسلمانوں کی فتوحات کی تاریخ میں ہم یہ نہیں دیکھ سکتے کہ اس سنت پر عمل کیا گیا ہو۔ ہوا یہ کہ فوجیں بڑھتی چلی جاتی تھیں اور جو علاقے اور جو شہر ان کے

راستے میں آتے اسے فتح کرکے آگے بڑھتے جاتے مگر اس اللہ کے بندے نے اس مرد مجاہد نے جس کا نام حضرت سید احمد شہیدؒ ہے اور ان کے ساتھی مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ جنہیں ان کا وزیر اعظم کہئے یا دست راست کہئے یا دست و بازو کہئے یا لشکر کے قاضی مفتی اور شیخ الاسلام کہئے، ان دونوں نے پہلی مرتبہ اس سنت پر عمل کیا اور یہیں سے وہ اعلان نامہ لاہور روانہ کیا گیا جو لفظ بلفظ کتابوں میں منقول ہے، تو یہی وہ سرزمین ہے جو ان مجاہدوں کے خون سے لالہ زار بنی۔

— اور خون شہیداں ضائع نہیں ہوتا وہ ہزاروں باغ کھلاتا ہے اور اس کے نتیجے میں جیسے باغ پیدا ہوتے ہیں اسی طرح مدرسے بھی پیدا ہوتے ہیں، خانقاہیں بھی پیدا ہوتی ہیں، مسجدیں بھی صفحۂ وجود پر آتی ہیں اور وہ زمین اللہ کی راہ میں وقف ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس پر شہیدوں کا اور مجاہدوں کا خون بہا ہے۔ تو آپ کی اس سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ یہاں پر اللہ کی راہ میں اس جہاد کا آغاز ہوا اور ابھی میں راستے میں سنا رہا تھا کہ ہمارے رائے بریلی کے ایک خان صاحب تھے۔ عبدالمجید خان صاحب ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل تھا جنہیں رات کو بھیجا جانا تھا کوڑہ کے چھاپہ کے لئے، رات کو چھاپہ ڈالنا تھا اور یہاں سے ہنڈ جو قریب ہوگا تھی، ۸ کوس دس کوس کے فاصلے پر اور پھر رات ہی کو شبخون مار کر واپس ہونا تھا۔ تو حضرت سید احمد شہیدؒ کے سامنے جب فہرست آئی تو ان کو معلوم تھا کہ عبدالمجید خان صاحب بیمار ہیں اور کمزور ہیں۔ تو ان کے نام کے سامنے نشان لگا دیا کہ ان کا نام نکال دیا جائے کہ یہ کوئی جہاد کا اختتام نہیں، آغاز ہے۔ پھر بہت سے مواقع آئیں گے ان کے جہاد کے۔ تو ان کو جب معلوم ہوا کہ میرا نام فہرست سے نکال دیا گیا ہے تو کوئی اور ہوتا تو اس موقع کو غنیمت سمجھ لیتا کہ چلئے سر پر آیا ایک خطرہ ٹل گیا کہ چند آدمی دس ہزار کی فوج پر چھاپہ ڈالنے جا رہے ہیں راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف ہیں۔ تو پہلا تجربہ تھا، سوچیے کہ معلوم نہیں کیا صورت پیش آئے، تو وہ ایسے موقع کو غنیمت سمجھ لیتے کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی میرا نام امیر المومنین نے خود ہی کاٹ دیا۔ اس سے زیادہ بہتر کیا بات ہوگی، لیکن ایسا نہیں بلکہ وہ خود دوڑتے ہوئے آئے اور شکایت کی میرا نام کیوں فہرست سے کاٹ دیا ہے، فرمایا بھئی تمہیں بخار آ رہا ہے، میں سن رہا ہوں کہ تم بیمار اور کمزور ہو اور یہ بڑا سخت چھاپہ ہے، اس کے لئے جفاکش اور تنومند لوگوں کی ضرورت ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت آج جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد قائم ہو رہی ہے اور یہ پہلا موقع ہے، تو کیا میں اس بنیاد کے موقع سے محروم رہ جاؤں تو میرا نام للہ اس فہرست میں شامل کر دیجئے تو ان کا نام اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ اور اللہ نے ان کو قبول فرمایا اور وہ اس چھاپہ میں شہید ہوئے۔

تو یہ سارے واقعات اس سرزمین کے ہیں پھر یہاں سے دوسرا مقام شیدو میں ہوا۔ جو آپ کے قریب ہے، اس کے بعد پھر ہوتے ہوتے ہنڈ وغیرہ میں معرکے ہوئے، جہانگیرہ وغیرہ میں، ان سب ناموں سے مانوس

ہوں، اس راستہ پر آج میں پہلی مرتبہ آیا ہوں اور اس سے قبل پشاور اور مردان کے راستہ آنا ہوا تھا جو آج سے ۳۴-۳۵ برس پہلے کا واقعہ ہے جب دارالعلوم حقانیہ نہیں تھا اور میں آیا اور گھوم پھر کر چلا گیا، کیا معلوم تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا اور میری عمر وفا کرے گی اور اللہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا۔ کہ میں پھر دوبارہ یہاں آؤں گا اور اپنی آنکھوں سے اس دارالعلوم کو دیکھوں گا جہاں اُن شہیدینؒ کی نہ صرف یاد تازہ ہے بلکہ اپنا انتساب بھی ان کیطرف سے کیا جاتا ہے۔ یہ نسبت، یہ نسبت گرامی ایسی ہے کہ انشاء اللہ یہ رنگ لائے گی۔ خون شہیداں رنگ لایا، یہ نسبت انشاء اللہ رنگ لائے گی، اس کا نام حقانیہ ہے، اس میں حقانیت انشاء اللہ قائم رہے گی اور یہاں سے جو لوگ نکلیں گے وہ حقانیت کے علمبردار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث اور شیخ العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، اور وہ اس مدرسہ کی کامیابیوں کو دیکھ کر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ خوش ہوں اور اللہ تعالیٰ ان کے لگائے ہوئے اس باغ کو سرسبز و شاداب رکھے اور پھلتا پھولتا رکھے۔ یہاں اس سرزمین میں ایک ایسا مدرسہ ضرور ہونا چاہیئے تھا جہاں قال اللہ اور قال الرسول کی آوازیں بلند ہوں۔ اس لئے کہ یہ اسی قال اللہ اور قال الرسول ہی کا نتیجہ تھا کہ کتنے اللہ کے بندے ہتھیلیوں پر سر رکھے ہزاروں میل سے ہندوستان سے کہاں کہاں سے یہاں پر آئے اور کہاں یہ میدان یہ قال اللہ اور قال الرسول ہی تھا جو ان کو اتنا دور کھینچ لایا اور یہ جب تک قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ تدین زدت پرستی رہے گی ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں ست　　　خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

ابھی یہ خمخانہ خالی نہیں ہوا جاری ہے اور حافظ کے اس شعر پر میں ختم کرتا ہوں،

ز صد سخنے پیرم یک نکتہ مرا یاد ست　　　عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

کہ اپنے مرشد کی سو باتوں میں سے ایک بات مجھے یاد رہ گئی ہے کہ عالم اس وقت تک ویران نہیں ہوگا جبتک میکدہ قائم ہے، یعنی میکدۂ معرفت قائم ہے۔ قال اللہ اور قال الرسول کا مرکز قائم ہے، اس وقت تک عالم ویران نہیں ہوگا اور یہ حدیث میں آتا ہے کہ جب تک ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا باقی ہوگا، اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ آپ کو مبارک ہو یہ سرزمین بھی مبارک ہو، کبھی کبھی ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اور اس دارالعلوم کی آپ قدر کریں اس کے اساتذہ اور اس کے علماء کی قدر کریں یہاں ذہین طالب علموں کو بھیجیں اسلئے کہ اب ضرورت ہے جیسا کہ مولانا سمیع الحق صاحب نے اشارہ کیا کہ مغربیت کے فتنے میں ذہین لوگ سامنے آئیں کہ جن کے اندر حوصلہ ہو ولولہ ہو، اچھے خاندانوں کے ہوں ان میں مجاہدوں کا خون ہو شہیدوں کا

خون ہو، امینوں کا خون ہو، وفاداروں کا خون ہو۔ وہ آئیں اور وہ لوگ علوم کتاب وسنت پڑھیں اور اس کے بعد اس سرزمین میں جو اس وقت ایک دوراہے پر کھڑی ہے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے ارادے کئے جارہے ہیں اور مطالبے بھی کئے جارہے ہیں، وہ رہنمائی کریں۔

بس ان الفاظ کے ساتھ میں ختم کرتا ہوں ——— میں نے یہاں آ کر کسی پر احسان نہیں کیا میرا کسی کے اوپر کوئی احسان نہیں بلکہ میں نے اپنے اوپر احسان کیا ہے۔ اور بلانے والوں نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر احسان کیا کہ یہ عزیز سرزمین ہمکو دوبارہ دکھلادی۔ جس مقصد کے لئے یہ زمین رنگین ہوئی تھی اللہ تعالیٰ اس مقصد کو دنیا میں عام کرے اور اسلام کا کلمہ بلند ہو۔ اسلام کو غلبہ حاصل ہو اور ہمارے گھروں میں ہمارے دفتروں میں ہمارے اداروں میں سب جگہ اسلام نافذ ہو۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ ہمکو اور ہمارے سب دوستوں عزیزوں کو تمام روحانی جسمانی بیماریوں سے شفائے کلی عطا فرمائے، صحت عطا فرمادے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص للّٰہیت عطا فرمادے ہمارے قلوب کو منور فرمادے ہمارے دماغوں کو روشن کردے، ہمارے اعضاء وجوارح کو قوت عطا فرمادے ہماری آئندہ نسلوں میں اسلام کو قائم رکھے۔ آمین۔